(۳)

قاضی اطہر مبارکپوری

# مولانا شاہ نصر اللہ خورجوی رح سے بابوانِ سدھاری کے روحانی تعلقات

مولانا شاہ نصر اللہ خاں بن حکیم عمر خان بن ملک داد خانی حنفی خویشگی احمد خورجوی متوفی سنہ ۱۲۹۹ھ رحمۃ اللہ علیہ گذشتہ صدی کے مشہور عالم و فقیہ اور روحانی بزرگ تھے، ساتھ ہی انگریزی دورِ حکومت میں اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز رہے جن کا تعلق شہر اعظم گڈھ سے وطنِ ثانی جیسا تھا، اور بابوانِ سدھاری سے ان کے روحانی اور دینی تعلقات بہت گہرے اور عقیدتمندانہ تھے۔ اس خانوادہ کے کئی بزرگ ان کے وسعت گرفتہ اور مرید تھے، ان کے حالات میں "بیاضِ جانفزا" کے نام ایک کتاب ان کے مرید مولوی محمد فرید احمد غازی پوری ثم خورجوی رح نے لکھی ہے، جو اسی زمانہ میں آگرہ میں چھپی تھی، راقم نے "تذکرۂ علماء مبارکپور" لکھتے وقت اس کتاب سے اعظم گڈھ اور بابوانِ سدھاری سے متعلق کچھ باتیں اپنی بیاض میں نقل کر لی تھیں، اور اب ان ہی یادداشتوں سے یہ مضمون مرتب کیا جا رہا ہے، میں نے عبارتوں میں تغیر و تبدل کیا ہے کیونکہ یہ کتاب قدیم اردو زبان میں ہے اور من و عن نقل کرنے میں قارئین کو الجھن ہوگی،

مولانا شاہ نصر اللہ صاحب قصبہ خورجہ میں سنہ [illegible]ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے اموں شیخ فتح علی چشتی تحصیلدار اعظم گڈھ مولانا چراغ علی۔ مجھے مولانا چراغ علی کا حال نہیں مل سکا مولانا سراج الدین خورجوی، مولانا نصر اللہ کے معاصرین میں بڑے عالم و فاضل بزرگ تھے، بظاہر یہ ان کے استاد نہیں ہیں اور مولانا شاہ عبدالحق الہ آبادی رح کے تلمیذ و مرید مولانا احمد علی عباسی چریا کوٹی، متوفی سنہ ۱۲۷۲ھ وغیرہ سے تعلیم حاصل کی اور شیخ عبدالعلیم نقشبندی لوہاروی، متوفی سنہ ۱۲۶۲ھ سے سلوک و طریقت حاصل کی، ان کے شیخ طریقت مولانا شیخ عبدالعلیم بن جان محمد بن خان بہادر حنفی نقشبندی بچپن ہی میں اپنے والد کے ساتھ دہلی جا کر حضرت شاہ غلام علی کی خانقاہ میں رہے اور پچیس ۲۵ سال کی عمر میں اپنے وطن لوہاری (سہارنپور) واپس آئے، اور شیخ احسن علی اجودھنی رح کی خدمت و صحبت میں رہ کر سلوک و طریقت کے منازل طے کئے، کچھ مدت تک مختلف شہروں کی سیاحت کرتے رہے، اسی سلسلہ میں بنارس اور اعظم گڈھ بھی آئے، پھر حجاز کے ارادے سے نکلے مگر آٹھ ماہ تک جہاز پر رہنے کے بعد بمبئی واپس آگئے، وہاں سے بھوپال گئے اور ۱۳ محرم سنہ ۱۲۶۶ھ میں فوت ہوئے جہانگیر آباد مدفون ہیں۔ (خزینۃ الخواطر ج ۷ ص ۲۸۵)

مولانا نصر اللہ خورجوی نے یہ کتابیں تصنیف کیں ارشاد البلید فی اثبات التحلید، شرح خلاصہ کیدانی، تاریخ دکن، شرح رباعیات یوسفی (طب میں) جامع فتح خانی (اپنے اموں شیخ فتح علی خان کے حالات میں) سرکاری ملازمت کے باوجود درس و تدریس اور ارشاد و تلقین کا سلسلہ جاری رکھا، انگریزی حکومت سے وظیفہ یابی کے بعد حیدرآباد میں مختلف علاقوں کے جج رہے اور آخر میں وہاں سے بھی وظیفہ یاب ہوئے بسنہ ۱۲۹۹ھ میں خورجہ میں انتقال کیا۔

اب ہم کتاب بیاض جانفزا مصنفہ مولوی محمد فرید احمد غازی پوری خورجوی کے مختلف مقامات سے مولانا نصر اللہ صاحب کے حالات لکھتے ہیں جن کا تعلق شہر اعظم اور بابوان سدھاری سے ہے،

مولانا نصر اللہ کے اموں جناب حاتم زمانی فتح علی خان چشتی تھے، جن کا شہرہ تحصیلداری شہر اعظم گڈھ کی وجہ سے عام و خاص میں دور دور تک تھا، اور ہزاروں حاجتمندوں کو ان سے نفع ہوا، ان کا مفصل حال مولانا نصر اللہ صاحب نے جامع فتح خانی میں مرتب فرما کر چھپوایا ہے، مولانا دس سال کی عمر میں وطن سے اپنے اموں شیخ فتح علی کی خدمت میں اعظم گڈھ چلے آئے۔ (ص ۱۱)

ایک روز اپنے اموں کا کوئی کاغذ و پیغام لے کر ضلع کلکٹر اعظم گڈھ کے پاس گئے، حاکم نے کہا کہ پڑھ کر سنا دو، بعض الفاظ نہ پڑھ سکے، اس کے بعد تحصیل علم کا شوق پیدا ہوا، اس وقت آپ کی عمر سترہ سال کی تھی، اموں صاحب نے ان کو تعلیم کے لئے سراج الملۃ والدین مولانا چراغ علی صاحب کے سپرد کیا، اور تھوڑے زمانہ میں کتب درسیہ و قواعد فارسیہ اور عروض و قوافی، و صرف و نحو عربی کافیہ تک پڑھا، (ص ۱۱)

پھر اموں صاحب نے امام الاحبار تاج الفقہاء، عالم نکات لاہوتی، مولانا احمد علی چریاکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا اور مولانا نصر اللہ صاحب نے شرح ملا جامی پڑھنی شروع کی سنہ ۱۲۵۰ھ میں ان کے ہمراہ بنارس گئے اور تین سال تک وہاں مقیم رہ کر ان سے ضروری علوم نحو و منطق و حکمت و طب، و فقہ، اصول، تفسیر و ہیئت، و ہندسہ، و جرِ ثقیل، و حساب، و آدابِ فصاحت و بلاغت پڑھ کر فراغت پائی۔ (ص ۱۲)

مولانا کا بیان ہے کہ فراغت کے بعد فقیر نے تیس ۳۰ کتابیں بحالت عہدۂ ڈپٹی کلکٹری اپنے استاد مولانا احمد علی صاحب کی توجہ سے پڑھیں، استاد مرحوم مجھے پابند نوکری کی وجہ سے معذور تصور فرما کر خود میرے مقام پر کچھ دنوں قیام کیا کرتے اور علوم کے شکوک و دقائق

کو حل کر دیتے تھے۔ (ص ۲۰)

بنارس میں تحصیل علم کے زمانہ میں جمال باکمال شاہ عبدالعلیم صاحب قبلہ کی زیارت نصیب ہوئی، شاہ عبدالعلیم صاحب نے ۱۶ ذیقعدہ ۱۲۳۰ھ میں مولانا کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں لے کر خصوصی توجہ سے تکملۂ طریقت فرمایا۔ (ص ۲۹)

فراغت کے بعد مولانا نصر اللہ صاحب دو تین سال بنارس ہی میں رہے، اسی درمیان تپ محرقہ کا عارضہ ہوا، اور مولانا احمد علی چریاکوٹی کو مرشدآباد کا سفر درپیش ہوا تو مولانا اپنے ماموں کے پاس اعظم گڈھ چلے آئے، چھ ماہ تک بیمار رہے، صحت کے بعد ماموں کی مرضی سے رمضان ۱۲۳۸ھ (فروری ۱۸۲۳ء) میں نائب تحصیلدار ہوئے اور ۱۷ ستمبر ۱۸۲۶ء میں سلیم پور کے تحصیلدار ہوئے پھر مین پوری اور بجنور کے ڈپٹی کلکٹر ہوئے، مئی ۱۸۴۲ء میں خورجہ آ گئے اور ایک ہفتہ قیام کر کے اعظم گڈھ اپنے ماموں کی خدمت میں پہونچے، یہاں آکر بیمار پڑ گئے، ایک ماہ کی رخصت لی۔ (ص ۴۵)

اس کے بعد مظفر نگر مامور ہوئے اور ۱۸۴۶ء میں رخصت لے کر وطن آئے، پھر اعظم گڈھ ماموں کی خدمت میں پہونچے، ان دنوں وہ بیمار تھے ان کی تیمارداری اور خدمت کی، اسی بیماری میں شیخ فتح علی خان چشتی نے ۷ ذیقعدہ روز یکشنبہ ۱۲۶۲ھ مطابق ۲۸ نومبر ۱۸۴۶ء میں وفات پائی اور دلیل خان غازی کی درگاہ میں مدفون ہوئے، اعظم گڈھ میں مشہور ہے کہ دلیل خان غازی اور فتح خان غازی اس وقت شاہ عبدالعلیم صاحب قبلہ رونق بخش اعظم گڈھ تھے، مولانا نصر اللہ صاحب اس کے بعد ۸ ذی الحجہ ۱۲۶۲ھ کو مظفر نگر روانہ ہو گئے۔ (ص ۴۶)

صفر ۱۲۹۱ھ میں مولانا نصر اللہ صاحب نے دیار پورب کا سفر کیا، اور ڈوڈویٹ ضلع شاہ آباد سے عزم سدھاری فرمایا۔ زمانیہ اسٹیشن پر قاسم علی خاں بنارس سے خبر لائے کہ سدھاری سے عزیزان طریقت بابو عبدالواحد خان مع دیگر خادمانِ طریقت استقبال کے لئے بنارس میں مقیم ہیں، یہ سن کر آپ نے بہت لوگوں کو وہیں اسٹیشن پر مرید کیا اور بنارس ہوتے ہوئے سدھاری تشریف لائے، جونپور تک ریل پر بعدہ گھوڑا گاڑی پر سدھاری تشریف لائے، اسمٰعیل شاہ سالک و مجذوب اور صدہا طالبان و معتقدان چشم براہ تھے، ۲۳ روز تک قیام فرمایا۔ اس سفر میں تقریباً ایک ہزار طالبین طریقت کو بیعت و تعلیم سے مشرف فرمایا۔

جس روز مولانا نصر اللہ صاحب موقع علی پور اپنے استاد مولانا احمد علی چریاکوٹی کے مزار پر فاتحہ پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے مسجد جمعہ میں بمقام سدھاری حاجی بابو وارث علی خان صاحب کو جلال زیادہ ہوا اور کسی وجہ سے مسجد کو مخاطب کر کے بار بار کہا کہ اے مسجد! تجھے سات سلام۔ اور اہتمام کیا کہ مسجد جدید بنا کر اس میں جمعہ پڑھا کریں گے اور پہلی مسجد میں کبھی نہیں جائیں گے، تمام اعزہ و اقارب نے ناراض ہو کر ترک کلام کیا: صاحبزادگان بابو لعل بہادر خان اور



بابو محمد اصغر خان بیعت کے خواہاں تھے، مگر بابو وارث علی خانصاحب مرید ہونے سے باز رکھتے تھے، اور سب لوگ پریشان تھے، ناگاہ مولانا نصر اللہ صاحب علی پور سے تشریف لائے اور بالا بالا پہلے بابو صاحب سے ملنے گئے، پہلے تو بابو صاحب از خود رفتہ غصہ و جلال میں بیٹھے رہے، پھر بیٹھے، مولانا نصر اللہ صاحب نے مراقب و متوجہ ہو کر ان کا جلال سلب کر لیا، اور بابو صاحب ان کے ساتھ اپنے عزیزوں کے گھر اور مسجد میں حسب دستور سابق آنے جانے لگے اور صاحبزادوں کو بیعت کی اجازت دیکر سب کو متحیر کر دیا۔ (ص ۵۵)

بمقام سدھاری تیس تیس، چالیس چالیس طالبان حق ایک ایک روز داخلِ طریقت ہوئے، بابو عبدالاحد خان مع تمام عزیزوں کے، بابو نوازش علی خاں (جن کا مزار جنت البقیع میں حضرت عباس اور اہل بیت کے قبہ کے زیر سایہ ہے۔) اور بابو لعل بہادر خان و بابو محمد اصغر خان پسران بابو وارث علی خان، خود بابو وارث علی خان مرحوم اپنے پورے خاندان کے ساتھ اور باشندگان سدھاری، اور محمد سعید خان مع برادران و عزیزانِ خاندان کلن خان مرحوم رئیس شہر اعظم گڈھ، بابو امجد خان مع دیگر اشخاص نند سرائے و نظام آباد و ڈوڈو گڈگہ؛ اور منشی غلام حسین اور بادل خان وغیرہ باشندگان اعظم گڈھ میں داخل بیعت ہوئے جن کی فہرست روزنامچہ مولانا میں درج ہے (ص ۵۸)

ایک روز ایک مسکین صورت نحیف دور سے نظر آیا۔ مولانا نصر اللہ صاحب نے بغور دیکھا اور مسکرا کر کہا کہ بارہ برس ہوئے اس کو اللہ تعالیٰ کے نام کی تعلیم دی گئی تھی، الحمد للہ کہ اسم ذات کا وظیفہ اب تک جاری ہے، یہ شخص فاکرب بابو فتح خاں مرحوم کے وقت کا ہے، مولانا نے حاضرین اور واردین کی خیریت معلوم کر کے ان کو رخصت کیا اور اس خادم خاص شخص کو تخلیہ میں حکم دیا کہ کل آموختہ سلوک سنکر سبق دینا ہے، چنانچہ دوسرے دن وہ آیا تو مولانا نے اس کا شغل جاری پایا اور اس کو سبق دیا، جس کا اس نے شکر ادا کیا۔

——— (ص ۵۸) ———

اس سے پہلے مولانا نصر اللہ صاحب نے ۱۲۹۲ھ میں حج ادا کیا، ان کے مرید اور بیاض جانفزا کے مصنف مولوی فرید احمد غازیپوری ان کے ساتھ تھے۔ مدینہ منورہ میں مولانا خود اس غلام (مولوی فرید احمد) کو ساتھ لے کر بابو نوازش علی خان متوطن سدھاری ضلع اعظم گڈھ کے مزار پر گئے، بابو نوازش خاں شاہ عبدالعلیم کے مرید و خلیفہ اور مولانا نصر اللہ صاحب کے تربیت یافتہ تھے

اسی طرح خواجہ محمد پارسا خلیفہ حضرت بہاؤ الدین نقشبندی اور حضرت آدم بنوری اور شاہ احمد سعید دہلوی اور حضرت یحییٰ مدنی اور دیگر مشائخ طریقت، ائمہ اطہار اور اصحاب کبار کے مزارات پر مراقب ہوئے، کچھ اسرار بیان کرتے تھے اور تعلیم دیتے تھے۔

مولانا نصر اللہ صاحب کو خورجہ میں مرض الموت لاحق ہوا، اوائل ماہ ذوالحجہ ۱۲۹۱ھ میں عبدالرحمٰن مدنی اور

(بقیہ ص ۷۲ پر)

## بقیہ :- مولانا شاہ نصر اللہ خورجوی

اشرف علی خاں، اعظم گڈھی آپ سے رخصت ہوئے، اشرف علی خاں کو اجازت کامل نہ بخشی بلکہ فرمایا کہ فقیر کی جسمانی حیات تک اسی جگہ مقیم رہو، اس کے بعد تم کو اختیار ہوگا۔ اگر اس وقت چلے جاؤ گے اور پھر واپس آؤ گے تو مجھ کو اس جگہ نہیں پاؤ گے۔ چنانچہ عرصہ ایک ماہ تک اضلاع متعددہ میں پریشان رہے، اور بتقدیر الٰہی خورجہ میں حاضر ہوئے۔ (ص ۱۵۰)

بابو امجد علی خاں صاحب رئیس تندوا سرائے ضلع اعظم گڈھ نے مولانا نصر اللہ صاحب کی یہ تاریخ وفات لکھی ہے ؎

لا الہ اللہ محمد رسول اللہ ؛ اِنّا

لِلّٰہ وَاِنّا الیہ راجعون ۱۲۹۹ھ

ہائے ہائے آں حضرت عرش آشیاں

بست ہفتم از محرم شد روان

---

سال ہجری ہاتفم گفت از غیب

قطب سبحانی نصر اللہ خان

---

زیب تخت جنت آید تحفتش

زانست سن عیسوی امجد خان ۱۲۹۹ھ

---

(ص ۱۷۸)